Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 38-51
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

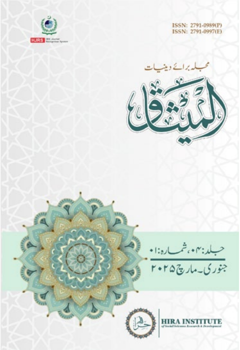

"نبی رحمت ﷺ" از ابوالحسن علی ندوی" اور "اصح السیر از حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری" کا تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Nabī-e-Raḥmat ﷺ by Abul Ḥassan 'Alī Nadwī and Aṣaḥ al-Siyar by Ḥakīm Abū al-Barakāt 'Abdul Raūf Danapūrī

1. Dr. Farida faridakakar5@gmail.com	*Lecturer,* *Department of Islamic Studies,* *Sardar Bahadar Khan Women University, Quetta.*
2. Dr. Asiya Durani asiyadurrani@yahoo.com	*Lecturer,* *Department of Islamic Studies,* *Balochistan University of Information Technology,* *Engineering and Management Sciences, Quetta.*

How to Cite: Dr. Farida and Dr. Asiya Durani. 2025: "A Comparative Analysis of Nabī-e-Raḥmat ﷺ by Abul Ḥassan 'Alī Nadwī and Aṣaḥ al-Siyar by Ḥakīm Abū al-Barakāt 'Abdul Raūf Danapūrī". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 38-51.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
03-02-2025	25-02-2025	08-03-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اشاریہ اردو جرائد, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

"نبی رحمت ﷺ" از ابوالحسن علی ندوی" اور "اصح السیر از حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری" کا تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of Nabī-e-Raḥmat ﷺ by Abul Ḥassan ʻAlī Nadwī and Aṣaḥ al-Siyar by Ḥakīm Abū al-Barakāt ʻAbdul Raūf Danapūrī

1. **Dr. Farida**
Lecturer,
Department of Islamic Studies, Sardar Bahadar Khan Women's University, Quetta.
faridakakar5@gmail.com

2. **Dr. Asiya Durani**
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Balochistan University of Information Technology, Engineering and Management Sciences, Quetta.
asiyadurrani@yahoo.com

Abstract

This study presents a comparative analysis of Nabī-e-Raḥmat ﷺ by Abul Ḥassan ʻAlī Nadwī and Aṣaḥ al-Siyar by Ḥakīm Abū al-Barakāt ʻAbdul Raūf Danapūrī, two significant works on the Sīrah of Prophet Muhammad ﷺ. Both scholars have contributed immensely to Islamic scholarship, yet their methodologies, perspectives, and thematic focuses differ significantly. Maulānā Nadwī's Nabī-e-Raḥmat ﷺ offers a spiritually enriching and literary portrayal of the Prophet's ﷺ life, emphasizing his universal message of mercy. In contrast, Maulānā Danapūrī's Aṣaḥ al-Siyar follows a rigorous, analytical, and Ḥadīth-based approach, ensuring historical accuracy in documenting the Sīrah. This comparative study examines their approaches to historical narration, use of primary sources, thematic focus, and literary style. The research highlights how each author presents the Prophet's ﷺ life in a unique manner, catering to different audiences and scholarly needs. The findings contribute to the broader discourse on Sīrah literature, demonstrating the diversity of scholarly engagement with the life of the Prophet ﷺ.

Keywords: *Sīrah, Biography, Nabī-e-Raḥmat, Aṣaḥ al-Siyar, History.*

تعارف

حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول و پیغمبر ہیں، قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور ﷺ کی ذات تمام مسلمانوں کے لئے منبع رشد و ہدایت ہے اور ہر انسان کو اپنی دنیوی و اخروی زندگی سنوارنے کے لئے آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکمل زندگی قلمبند کرنے کی بہت کوششیں کی ہیں۔ پہلے پہل یہ سرمایہ عربی زبان میں قلمبند کیا گیا اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسری زبانوں میں بھی رسول پاک ﷺ کی حیات مبارکہ قلمبند کی گئی۔ عربی اور دوسری زبانوں کے علاوہ اردو زبان کو بھی یہ افتخار حاصل ہے کہ اس میں سیرت کا بیش قیمت سرمایہ موجود ہے۔ اردو زبان میں سیرت کی عربی کتب کا ترجمہ کیا گیا ہے اور اردو زبان میں سیرت کی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اردو کے سیرت نگاروں میں سے یہ سعادت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری کو بھی حاصل ہوئی۔ "نبی رحمت ﷺ" مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ہے اور "اصح السیر" مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری کی تصنیف ہے۔ یہ دونوں کتابیں سیرت النبی ﷺ کے متعلق لکھی گئی ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ سے اسی کلومیٹر دور رائے بریلی کے مشرقی جانب دو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی شاہ علم اللہ میں 5 دسمبر 1913ء کو پیدا ہوئے اور بچپن کے ابتدائی دن وہیں پہ گزارے۔[1] آپؒ کو بچپن ہی سے علمی و ادبی، دینی و روحانی اور

مجاہدانہ ماحول نصیب ہوا۔ درحقیقت آپؒ کی اصل تربیت گاہ اپنا گھر ہی تھا جہاں بچپن ہی سے دعوت و عزیمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جانیں قربان کردینے کی خاندانی روایات اور سینکڑوں داستانیں موجود تھیں۔ جس زمانے میں بچے طوطے مینا کی کہانیاں سنتے ہیں آپؒ کے گھرانے میں دورِ صدیقیؓ و فاروقیؓ کے جہاد کے کارناموں پر مشتمل واقدی کی فتوح الشام پڑھی جاتی تھی۔ آپؒ نے ایسے زمانے میں آنکھیں کھولیں جب برِ صغیر پر انگریز کی حکمرانی پورے شباب پر تھی اور پورا عالم اسلام یورپ کی سیاسی، عسکری، تہذیبی، تعلیمی اور فکری غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ برِ صغیر اور عالم اسلام کے بیشتر مصنفین، مفکرین اور اہل قلم مغربی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے سحر میں مبتلا تھے۔ خواہ مصر کے شیخ محمد عبدہ رفاعہ، قاسم امین ہوں یا برِ صغیر کے سر سید احمد خاں، منشی چراغ علی سب اسی راہ پر چل رہے تھے۔ یہ حضرات مغربی تعلیم و تربیت کے اثرات اور انگریز حکومت کے دبدبے کی وجہ سے غالباً یہ سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب و تمدن کی عظمت و شوکت ایک بدیہی و دائمی حقیقت ہے، اس میں نقد و نظر کی گنجائش نہیں۔ ایسے دور میں آپؒ کے گھرانے کے دینی ماحول نے آپ کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ مولاناؒ خود تحریر فرماتے ہیں کہ:

> مجھ پر اللہ کی مہربانی تھی اور اس کی حکمت کہ ایسے ماحول میں نشوونما ہوئی جو مغربی تہذیب و تمدن کی سحر طرازیوں اور دل فریبیوں سے محفوظ بلکہ اس کا باغی اور افراط تفریط سے دور صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات سے معمور تھا۔ پھر ایسے اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا جو علمی مہارت کے ساتھ ساتھ ذہنی و فکری آزادی، اخلاقی جرات، نقد و نظر کی صلاحیت و ہمت سے بہرہ ور تھے۔ اس ماحول و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ایسی تحریروں کو قبول کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی تھی جن میں کمزوری، شرمندگی یا شکست خوردگی کے اثرات ہوں یا صرف دفاع پر مبنی ہوں۔[2]

اسی طرح مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری بھی ایک بڑے عالم دین تھے۔ آپ کا تعلق صوبہ بہار شہر داناپور پٹنہ سے تھا، مگر وہ ایک عرصہ سے کلکتہ میں طبیب کی حیثیت سے کام کرتے تھے پھر وہیں مقیم ہو گئے اور ادھر ہی رہ کر سیاسی مجلسوں میں بھی شرکت کرنے لگے اور زمانہ کی ضروریات اور عصری خیالات و افکار سے پوری طرح آگاہ ہو گئے۔ آپ ان علماء میں سے تھے جو قدیم علوم وا عتقادیات و فقہ کو جدید خیالات و افکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے تھے۔[3] ان کا تعلق فقہ حنفی سے تھا مگر اس کے باوجود وہ ذاتی رائے بھی رکھتے تھے۔ آپ ایک مفسر، محدث و مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقیہ بھی تھے، چنانچہ اصح السیر میں بھی فقہیات پر بہت کثیر مواد موجود ہے۔ ڈاکٹر انور محمد خالد لکھتے ہیں کہ قدرت نے انہیں ایک فقہی مزاج عطاء کیا تھا۔[4]

19 فروری 1974ء کی صبح کو جمعرات کے دن 8 بجے کے قریب ان کی علالت کی ابتداء ہوئی، فرمایا کہ بخار معلوم ہوتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد جاڑا معلوم ہوا، دن بھر کچھ بخار رہا، مغرب کی نماز تک کوئی خاص بات نہ تھی، ساڑھے سات بجے شام سے حالت بگڑی، یہاں تک کہ رات کو ایک بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا ابوالبرکات کی عمر وفات کے وقت 74 سال تھی۔ مرحوم کی وفات سے کلکتہ کی سرزمین علم و عرفان کے نور سے محروم ہو گئی۔[5] آپ ایک مشہور عالم ہونے کے ساتھ ایک خوش بیان خطیب، ایک مفکر اور ایک مصنف بھی تھے، ان کی تصنیفات میں سب سے اہم کتاب "اصح السیر" ہے۔ "اصح السیر" محمد مصطفی ﷺ کی سیرت ہے جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل البعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے۔ اس کے علاوہ سیرت رسول ﷺ ولادت تا وفات، انساب کا حال، مکمل کتاب المغازی، مکمل کتاب الاموال، کتاب الوجود، حضور ﷺ کے قاصد و مکاتیب، حجۃ الوداع کا مفصل حال، ازواج النبی ﷺ کے حالات اور بے شمار معلومات کے ذخیرہ کے ساتھ اہم مسائل پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ تمام معلومات اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔ 1932ء میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اوّلین اور مرکزی ماخذ حدیث کو قرار دیا ہے، دوسری

خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب عام کتب سیرت سے بالکل مختلف ہے۔[6]

مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا حکیم داناپوری دونوں کا لگاؤ سیرت النبی ﷺ سے کافی زیادہ تھا تاہم ہر مصنف کا طریقہ کار الگ ہوتا ہے اس لئے ان کتابوں میں کچھ چیزیں یکساں اور کچھ مختلف ہوتی ہیں۔ ذیل میں ان دونوں کا تقابل پیش کیا جارہا ہے۔

"نبی رحمت ﷺ" اور "اصح السیر" کے مصادر و مراجع کا موازنہ

"نبی رحمت ﷺ" اور "اصح السیر" کا اوّلین آخذ قرآن کریم ہے، دونوں حضرات نے اوّلین ترجیح قرآن کو دی ہے اور اس کے بعد صحاح ستہ سمیت شمائل ترمذی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ دونوں حضرات نے عربی کے بنیادی اوّلین ماخذ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً زاد لمعاد (ابن قیم)، سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، تاریخ ابن خلدون، شرح مسلم (امام نووی)، فتح الباری شرح البخاری (ابن حجر)، عمدۃ القاری شرح بخاری (عینی)، الاصابہ، اسد الغابہ، شرح مواہب (زرقانی) ارشاد الساری شرح بخاری (قسطلانی)، شرح سفر السعادۃ (عبدالحق محدث دہلوی)، مدارج النبوۃ (عبدالحق محدث دہلوی)، تفسیر کبیر (امام رازی)، تفسیر معالم التنزیل (بغوی)، تفسیر بیضاوی اور الاتقان (امام سیوطی) وغیرہ۔

مولانا حکیم ابولبرکات نے الفاظ کی تعریب و تصحیح میں زیادہ امداد نہایہ ابن اثیر اور قاموس سے لی ہے، لیکن زُرقانی شرح مواہب، نیل الاوطار قاضی شوکانی، اصابہ، فتح الباری، مغنی وغیرہ سے بھی بہت جگہ استفادہ کیا ہے، ان کے علاوہ احادیث کی روایتوں کا ماخذ بالالتزام اسناد کے ساتھ ذکر کردیا ہے۔ شاید صحیحین کی بعض روایتوں کے ساتھ حوالہ مذکور نہ ہو اور غایت اعتماد کی وجہ سے بے پروائی ہوگئی ہو تو ممکن ہے۔

دونوں مصنفین نے سیرت کے عربی ماخذ پر جو توجہ مرکوز کی ہے اس میں سرفہرست "السیرۃ النبویہ" (ابن ہشام) اور زاد المعاد (امام ابن قیم) تھیں۔ ان کی کتب میں بنیادی طور پر ان ہی کے حوالہ جات کثرت سے ملتے ہیں۔ انہوں نے سیرت لکھتے وقت جن باتوں کا خیال رکھا ہے ان میں عصری، علمی اسلوب اور قدیم وجدید آخذ سے استفادہ اور سب سے بڑھ کر قرآن وحدیث سے مطابقت اہم ہیں۔ ان کتب کی جو خصوصیت قاری کو فوراً نظر آجاتی ہے وہ ان کی سادگی ہے جس کے متعلق خود مولانا ندوی کہتے ہیں:

> منہ بولتی صداقتوں اور زندہ حقیقتوں کو فلسفہ کا رنگ دینے، واقعات کی تاویل کرنے اور اس کے لئے طویل وعریض مضمون باندھنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے کہ سیرت نبوی ﷺ کسی انداز نگارش یا رنگینی بیان کی محتاج نہیں۔ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک مصنف کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ حسن بیان، حسن ترتیب اور حسن انتخاب ہے۔[7]

مولانا ندوی نے عربی آخذ کے علاوہ تاریخ اقوام وملل سے بھی استفادہ کیا اور ریزہ ریزہ معلومات کو جمع کیا ہے۔ ندوی صاحبؒ نے دیگر کتب سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے جن میں دی لائف آف محمد از ولیم میور "یہودی تالمود کی روشنی میں" از ڈاکٹر ویلنگ، ایران بعہد ساسانیاں از پروفیسر محمد اقبال، Discovery of India از پنڈت جواہر لال نہرو، Ancient India از آرسی دت، حطط الشام از کرعلی The Arab Conquest of Egypt از الفرڈ بٹلر، ستیار تھ پرکاش از دیانند سرسوتی، اصح السیر از حکیم عبدالرؤف داناپوری، سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی، البدایہ والنہایہ از ابن کثیر، تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد دریابادی، رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان منصورپوری، کاروان مدینہ از ابوالحسن علی ندوی، حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ، مجمع البحار از محمد طاہر پٹنی، شمائل ترمذی از امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، تاریخ طبری از ابوجعفر بن جریر الطبری، روح المعانی از علامہ آلوسی بغدادی وغیرہ۔ اس طرح یہ تمام تقریباً بنیادی ماخذ ومصادر شمار ہوتے ہیں۔

خصوصیات میں موزانہ

ندوی صاحبؒ کی کتاب "نبی رحمت ﷺ" اور ابو البرکات دانا پوری صاحب کی کتاب "اصح السیر" دونوں بیسویں صدی کی کتب ہیں۔ دونوں کتابیں اہم خصوصیات کی حامل ہیں لیکن پھر بھی ایسی خصوصیات ہیں جو دونوں کتابوں میں ایک جیسی نہیں ہیں۔

دونوں کتابوں میں واقعات کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں ہے جہاں سیرت طیبہ سے متعلق کسی واقعہ کو توڑنے مروڑنے کی کوشش کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ دونوں کتابیں نہ حد درجہ مختصر ہیں اور نہ ہی اس قدر مفصل کہ پڑھنے والا گھبرا جائے، بلکہ درمیان کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ تمام ضروری واقعات اور ان کے قابل ذکر اجزاء لیے گئے ہیں اور غیر ضروری جزئیات و تفصیلات سے گریز کیا گیا ہے۔ عصری اور علمی اسلوب میں تحریر کی گئی ہیں۔ دونوں کتب کا انداز تحریر سیرت و سوانح کی کتاب بنانے کی بجائے ایک دعوت جیسا ہے جس میں لوگوں کے لئے دعوت کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔

یہ کتب سیرت کے قدیم بنیادی مواد کے ساتھ موضوع سیرت سے متعلق نئی معلومات اور علمی تحقیق پر مشتمل ہیں، اس کے ساتھ اس میں ایمانی و دینی جذبات کی تسکین اور ذات نبوی ﷺ سے قلبی و روحانی ربط و تعلق کی تقویت کا سامان بھی ہے، جو سیرت نبوی کی کتاب کی اصل سوغات اور زندگی کی اصل قیمت و لذت ہے۔

دونوں کتابوں کی اساس قرآن پاک، احادیث اور سیرت و تاریخ کی قدیم بنیادی کتابوں پر رکھی گئی ہے اور دوسری جانب تاریخ، جغرافیہ، اثریات وغیرہ سے متعلق جدید مشرقی و مغربی مآخذ سے بھی پورا استفادہ کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام اہم واقعات کا احاطہ کرتی اور استناد کے ساتھ معلومات کا خزینہ ہیں۔ یہ کتابیں شذوذ اور تفردات سے خالی ہیں۔ اس میں واقعات سیرت کو اسی نہج، اسی رُخ اور اسی انداز سے پیش کیا گیا ہے جیسا کہ وہ محدثین اور ارباب سیرت کے درمیان مروّج و متداول ہیں۔ ان میں تاویل و توجیہ کا پہلو بھی اختیار کیا گیا ہے۔ دونوں سیرت نگاروں نے الفاظ و اسماء کی تحقیق کی ہے۔ دانا پوری صاحب نے مشکل الفاظ اور مشتبہ اسماء اور مختلف مقامات کے نام کا صحیح اعراب بتادیا ہے اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں معنی کی توضیح بھی کر دی ہے۔ مثلاً سریہ خبط کا واقعہ قلمبند کرتے ہوئے قبیلہ جہینہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "جُہینہ بضم جیم و فتح ہائے ہوز بعدہ تحتانیہ ساکن بعدہ نون تصغیر کے وزن پر۔ اسی طرح دانا پوری صاحب نے سیرت کے مباحث سے متعلق بعض اہم الفاظ کی تحقیقات بھی پیش کی ہیں۔ مثلاً ہرقل کے نام آپ ﷺ کے مکتوب گرامی میں ایک جملہ: فان تولیت فعلیک اثم الیریسیین (اگر تم نے نہ مانا تو یریسیین کا گناہ تمہارے اوپر ہو گا) اس جملے میں 'یریسین' یا 'اریسیین' کے اصل مفہوم کی تعیین کے سلسلے میں علمائے حدیث و لغت کے درمیان خاصا اختلاف رہا ہے۔ مصنف نے اس مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے۔

کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو دونوں کتابوں میں یکساں نہیں۔ جیسا کہ ندوی صاحبؒ نے بڑے غزوات کو تو مختصراً بیان کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ نقشوں کا بھی خاص اہتمام کیا ہے جس سے بہت سے ایسے حقائق آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجاتے ہیں جو بعض اوقات طویل عبارتوں سے بھی سمجھ میں نہیں آتے۔ یہ نقشے تاریخی معلومات اور تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں تیار کیے گئے ہیں جبکہ دانا پوری صاحب نے "اصح السیر" میں نقشوں کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ مولانا ندوی صاحب نے کتاب کے آخر میں "اشاریہ" کو بھی بیان کیا ہے۔ جو ان کی کتاب میں تحریر شخصیات، قبائل اور دیگر عنوانات کو تلاش کرنے میں آسانی کا ذریعہ بنتا ہے۔

مولانا ندوی صاحب نے سیرت نگاری کے وقت اس ماحول اور اس عہد کو بھی بیان کیا ہے، جس میں نبوت محمدی ﷺ کا آفتاب پہلی بار طلوع ہوا، مولانا ندوی نے چھٹی صدی عیسوی کے ان حالات کی تصویر کشی کی ہے جس میں فساد، اخلاقی بگاڑ اور انسان کی بے

چینی واضطراب حد درجہ تک پہنچ چکا تھا۔ مولانا صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں اس کی اخلاقی، سماجی، معاشی اور سیاسی حالت کیا تھی؟ تخریب وفساد کے کیا کیا اسباب وعوامل اس وقت کی دنیا میں کارفرما تھے اور کیسی کیسی ظالمانہ حکومتیں، مسخ شدہ مذاہب، انتہاپسندانہ وخیالی فلسفے، تباہ کن تحریکیں اور دعوتیں اپنا کام کررہی تھیں۔

مولانا ندوی صاحب نے اس کتاب میں مکہ اور مدینہ کے پس منظر کو بھی بیان کیا ہے، کیونکہ اس کے پس منظر کو سمجھے بغیر اسلام کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا پورا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، ان حالات کو جانے بغیر ہم سمجھ ہی نہیں کرسکتے کہ اسلام نے ان افراد کی کیا اور کس طرح تربیت کی، ان کو کیسے حیاتِ نو بخشی، مختلف مسائل کو کس طرح حل کیا، متضاد ومتحارب عناصر کو کس طرح شیر وشکر کیا، اس سلسلہ میں نبوت محمدی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا کارنامہ کیا تھا؟ اس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور روٹھے ہوئے انسانوں کو ملانے اور ان کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ وتطہیر کا فریضہ کس طرح انجام دیا، یہ بات صرف اسی وقت سمجھی جاسکتی ہے جب آدمی کے سامنے اس عجیب وغریب اور پیچیدہ ماحول کی پوری تصویر ہو، جس کا سامنا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ داناپوری صاحب کی کتاب اس خصوصیت سے محروم ہے۔

اسی طرح کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو داناپوری صاحب کی کتاب "اصح السیر" میں موجود ہیں، لیکن ندوی صاحب کی کتاب میں نہیں۔ مثلاً اصح السیر میں مصنف نے احادیث اور فقہ کی مدد سے کتاب الاموال کو مرتب کیا ہے، کہیں کہیں سیرت کی روایتوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور اب یہ بحث بہت سی اہم معلومات کا ذخیرہ ہے، یہ چیز علماء اور طلباء کے خاص توجہ کی ہے اور جن جن مقامات سے ارکان اسلام کا تعلق ہے، وہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً حجۃ الوداع کی جزئیات کی پوری تفصیل اس کتاب میں درج ہے۔

اسی طرح فقہیات سیرت پر اصح السیر میں بہت اچھا مواد ملتا ہے، جسے مولانا حکیم عبدالرؤف داناپوری نے اپنے گہرے مطالعہ قرآن وحدیث کے بعد فراہم کیا ہے، حدیث کی مستند ترین کتابوں اور شرحوں سے یہ سارا مواد اکٹھا کیا اور پھر موقع محل کے مطابق اسے اپنی کتاب میں درج کیا۔ جن فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص پہلو سے تعلق تھا انہیں اپنے متعلقہ مقام پر ہی حل کیا گیا ہے اور بعض اہم فقہی مسئلوں پر جامع، مکمل اور مبسوط بحثیں کی گئی ہیں، مثلاً اراضی حرم کا حکم، نکاح محرم کی بحث، متعہ کی بحث، شرعی پردے کا حکم اور مسئلہ خلافت وحکومت وغیرہ۔

مضامین میں موازنہ

چند موضوعات کو منتخب کرکے صرف یہ جائزہ لینا مقصود ہے کہ کس موضوع کو کس مصنف نے کس طرح بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے حالات قبل از اسلام کا جائزہ لیتے ہیں۔ عرب اور اہل عرب کے حالات قبل از اسلام اور ان کی خصوصیات سیرت کی کتب کا لازمی حصہ ہوتے ہیں تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ آخر دنیا کے اس خطہ کی کیا خاصیت تھی کہ رب کائنات نے اپنے محبوب آخری نبی محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے اس خطہ کو منتخب فرمایا اور اپنا آخری اور مکمل پیغام بھیجا، جس کو قیامت تک باقی رہنا ہے۔

مقدمہ

ندوی صاحب نے کتاب کے آغاز میں مقدمہ نہیں لکھا۔ کتاب کا آغاز عہد جاہلیت سے کیا ہے، جبکہ داناپوری صاحب نے ایک معلوماتی مقدمہ لکھا ہے۔ سیرت طیبہ کے طالب علم کو جس پس منظر کی ضرورت ہوتی ہے اس مقدمہ میں وہ بہت عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ سلسلہ نبوت ورسالت اور اس کی تکمیل، الہامی کتب، ان میں تحریف، قرآن حکیم اور اس کی حفاظت، سنن ختم المرسلین، احادیث کا مقام ومرتبہ، تدوین حدیث، سیرت طیبہ کی تدوین، عقلی معیارات، عقل کی گمراہی، عقل سلیم کے تقاضے، محدثین وسیرت نگاروں کی خدمات، اصحاب حدیث واصحاب سیر کی کوششوں اور معیار تحقیق میں فرق، گزشتہ اقوام عالم کی تاریخ، ان کے عروج وزوال کی

داستانیں، اللہ کی نعمتیں اور بندوں کی ناشکری و سرکشی کے انجام۔ ان تمام موضوعات پر داناپوری صاحب نے نہایت مناسب انداز سے بحث کی ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ساری معلومات قرآن واحادیث سے اخذ کی ہیں۔[8]

نسب مطہرہ

ندوی صاحب نے حضور ﷺ کے نسب مطہر کو بیان نہیں کیا جبکہ داناپوری صاحب نے نسب مطہر، عدنان تک بیان کیا ہے جو صحیح طریقوں سے ثابت ہے۔ خود حضور ﷺ نے یہیں تک بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد اختلاف ہے، چنانچہ داناپوری صاحب نے بھی سلسلہ نسب یہیں تک تحریر کیا ہے۔ کلاب پر جاکر مادری اور پدری دونوں سلسلہ نسب جمع ہو جاتے ہیں۔

حالات قبل از اسلام

اصل جہالت مذہب کے بگاڑ سے پیدا ہوتی ہے، کیونکہ انسان کی ساری زندگی اس کے عقیدے کے تابع ہوتی ہے۔ ابوالحسن ندوی صاحب نے "عقیدہ جاہلیت" کے عنوان سے سب سے پہلے دنیا کے مذاہب اور ان کے پیروکاروں کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے اور یہ جائزہ چھٹی صدی عیسوی سے لیا ہے، یعنی وہ صدی جو نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صدی ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے الہامی مذاہب یہودیت اور عیسائیت کا حال لکھا ہے۔ مولانا نے بڑے اچھے انداز میں یہ بات اجاگر کی ہے کہ بنی اسرائیل کی دیگر شاخوں پر یہودیت کو جو فضیلت حاصل تھی وہ ان کے عقیدہ توحید کی بناء پر تھی جو چھٹی صدی عیسوی میں دوسری اقوام کی بت پرستی سے متاثر ہو کر بگڑ چکا تھا۔ جب عقیدہ ہی بگڑ گیا تو سب کچھ خراب ہو گیا۔ لہٰذا اب یہود کی نافرمانیوں، دین کا تمسخر اُڑانا اور معاشرہ کی پست ذہنیت کا ذکر کیا ہے۔ غرض یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ہر طرف جو فساد برپا تھا اس کا نقشہ کھینچا ہے۔ حضور اکرم ﷺ جزیرۃ العرب میں کیوں مبعوث ہوئے؟ اس سوال کے جواب میں عربوں کی اچھی بری خصوصیات بہت اچھے انداز میں قلمبند کی ہیں۔ نیز دیگر وجوہات بھی بڑے سہل طریقے سے قلمبند کی ہیں جن میں عرب کا محل وقوع اور اس خطہ کی اہمیت کے اسباب بیان کئے ہیں۔

یہ کتاب بڑے مختلف انداز میں لکھی گئی ہے، دریا کو کوزے میں بند کرنے کا محاورہ سو فیصد اس تصنیف پر صادق آتا ہے۔ سیرت کا مطالعہ کرنے والوں کو مصنف ایسی بنیادی معلومات فراہم کرنا چاہتا ہے کہ اس ماحول کا اچھی طرح ادراک ہو جائے جس میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے اور جو انقلاب عظیم آپ ﷺ نے لوگوں کے قلوب میں برپا کیا اس کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکے، جبکہ عبدالرؤف داناپوری صاحب نے اپنی کتاب کا آغاز نبی کریم ﷺ کے نسب سے کیا ہے اور قبل از اسلام حالات کو بیان نہیں کیا ہے۔

عربوں کی خصوصیات

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے عربوں کی خصوصیات دوٹوک اور دوہرے انداز میں لکھی ہیں۔ انہوں نے سیدھے سادے انداز سے عربوں کی خصوصیات گنوادی ہیں یعنی ان کے دلوں کی تختی صاف تھی۔ ان پر کسی تہذیب و تمدن کے نقش و نگار نہ تھے۔ ذہنوں میں نفسیاتی گرہیں اور فکر کی پیچیدگیاں نہیں تھیں، یہ اپنی اصل فطرت پر تھے۔ مضبوط اور آہنی ارادہ کے مالک، حقیقت پسند، سنجیدہ و سلیم الطبع، صاف گو، سخت کوش و سخت جان، نہ کسی کو فریب دیتے تھے نہ خود فریب کھانا پسند کرتے تھے، سچی اور پکی بات کے عادی تھے، عہد نبھانے والے اور باوفا تھے۔ تہذیب و تمدن، تعیش و آرام طلبی سے بے نیاز تھے۔ صداقت بھی تھی، دیانت و شجاعت بھی، منافقت و سازش قریب بھی نہ پھٹکتی تھی، سخت قوت مدافعت اور قوت برداشت کے مالک تھے۔

یہاں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ عربوں کی طاقت مقامی و علاقائی خانہ جنگیوں میں ضائع نہیں ہو رہی تھی، جبکہ تاریخ میں ان

کی انتقامی جنگوں کے سلسلوں کا حال ملتا ہے، بلکہ خود سورۃ آل عمران کی آیت میں ہے کہ:

وَاذْ كُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِفَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا [9]

اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔

اس طرح ندوی صاحب نے عربوں کی ان خصوصیات کی بڑی واضح طویل فہرست دی ہے جس میں ہر خوبی کو مختلف الفاظ میں لکھا ہے، جس سے ان کی ذہنی اور علمی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، جبکہ دانا پوری صاحب کی کتاب میں عربوں کی خصوصیات کے حوالے سے کوئی خصوصی تحریر نہیں ہے۔

ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک

مکہ مکرمہ اور اہل مکہ کے مفصل حالات بیان کرنے کے بعد اصل مقصد کی طرف آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی "ولادت باسعادت سے آغاز نبوت تک" کے عنوان سے اس عرصہ چالیس سال میں جو خاص خاص واقعات وقوع پذیر ہوئے وہ بیان کئے ہیں۔ آپ ﷺ کے والدین کا مختصر تعارف ہے۔ ان میں ایام رضاعت، والدہ اور دادا کی وفات، چچا ابو طالب کے زیر پرورش آنا، حضرت خدیجہؓ سے عقد، حلف الفضول اور واقعہ تحکیم شامل ہیں۔ جبکہ اس بحث کو عبد الرؤف دانا پوری نے انتہائی مختصر ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ کے والدین کی شادی، پھر والد کا انتقال، ان کے انتقال کے بعد آٹھ یا بارہ ربیع الاول کو آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ اور دادا کے زیر کفالت آنا، پھر آپ ﷺ کی رضاعت کا ذکر۔ اس کے علاوہ والدہ ماجدہ اور دادا عبد المطلب کے انتقال کے واقعات لکھے ہیں۔

حکیم دانا پوری صاحب کی کتاب میں اختصار پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ تفصیلات دوسرے حصہ کے لئے چھوڑی ہوں۔ مکی دور کے واقعات میں جنگ فجار اور حلف الفضول کا واقعہ نہیں لکھا بلکہ سفر شام کا واقعہ لکھا ہے، جو چچا ابو طالب کے ساتھ کرنا تھا لیکن بحیرا راہب کی گفتگو کی وجہ سے ابو طالب نے منسوخ کر دیا۔ پھر دوسرے سفر شام کا ذکر کیا ہے جو حضرت خدیجہؓ سے عقد کا باعث بنا۔ پھر اس نکاح کی تفصیلات لکھی ہیں جو دونوں کتابوں میں تقریباً یکساں ہیں۔ پھر واقعہ تحکیم بیان کیا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی اسی میں حرب فجار کا ذکر بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس جنگ میں دو مرتبہ شریک ہوئے۔ اس وقت عمر مبارک پندرہ سولہ سال تھی۔ لیکن مصنف نے یہ ذکر بعد میں کیا ہے۔

بعثت مبارکہ

قرب بعثت مبارکہ کے حالات بیان کرتے ہوئے ندوی صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی طبیعت میں مبہم اضطراری کیفیت بیان کی ہے۔ پھر آپ ﷺ کی خلوت پسندی، شہر سے دور غار حرا میں کئی کئی دن قیام فرمانا، پھر فرشتے کا آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہونا اور پھر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ کی تاریخ ابن کثیر کے حوالے سے 17 رمضان مطابق 6 اگست 610ء بیان کی ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کا اکتالیسواں سال بتاتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کا حیران وپریشان گھر تشریف لانا، حضرت خدیجہؓ سے تمام واقعہ بیان کرنا، حضرت خدیجہؓ کا اپنے بھائی ورقہ کے پاس آپ ﷺ کو لے جانا، ورقہ کا فوراً آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنا بیان کیا ہے۔

حیات طیبہ کے مکی دور کے واقعات میں سب سے اہم بعثت مبارکہ کا واقعہ ہے۔ داناپوری صاحب نے بعثت سے قبل حضور اکرم ﷺ کی جو کیفیت تھی وہ مختصر بیان کی ہے۔ استغراق اور محویت کے عالم میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں آپ ﷺ کا رہ جانا اور حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ کو تلاش کرنا۔ پھر پہلی وحی کے نزول کا واقعہ بیان کیا ہے۔

سابقین اوّلین

اسلام کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے مقدس افراد کی ترتیب مولانا ندوی صاحب کے مطابق اس طرح ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ الکبریٰ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن حارث اور آخر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی کوشش و تبلیغ سے کئی اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ "اصح السیر" میں سابقین اوّلین کی ترتیب اس طرح ہے، سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ، پھر حضرت علیؓ اور پھر حضرت زید بن حارثؓ۔ اگلے پانچ مسلمان حضرت ابو بکر صدیقؓ کی کوششوں سے ہوئے۔ ان تمام نیک ہستیوں کی فہرست دی ہے اور حاشیہ میں سب کا تعارف کروایا ہے۔ ان میں سے جو غلام تھے ان پر کفار بڑے مظالم ڈھاتے تھے۔ "تعذیب" کے عنوان سے ان کی جھلک دکھائی ہے۔

دعوت و تبلیغ و اعلان حق

مولانا ابوالحسن ندوی کے مطابق علی الاعلان دعوت حق کا حکم سورہ حجر آیت 94 سے ملا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ [10]

پس جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ لوگوں کو سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو۔

علی الاعلان تبلیغ دین کے ساتھ ہی مسلمانوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عام مسلمانوں پر مظالم کے واقعات لکھنے کے بعد حضور ﷺ کو جو تکالیف پہنچائی گئیں ان کا بیان ہے۔ ایسی ہی اذیتیں اُٹھا کر آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور تکلیف کی وجہ سے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ سیرت ابن ہشام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس موقع پر سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

داناپوری صاحب آغاز دعوت و تبلیغ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ آپ ﷺ کو سب سے پہلے وضو اور نماز کی تعلیم دی گئی۔ پھر وہی تعلیم آپ ﷺ نے اپنے قریبی لوگوں کو دی۔ بعد ازاں کفار کی اُن کوششوں کا بیان ہے جو انہوں نے اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی شروع کر دی تھیں۔ ان کوششوں کی گہرائی اور حضور اکرم ﷺ کو طرح طرح کے لالچ اور دھمکیاں دی جانے لگیں اور جو منصوبے بنائے گئے وہ سب مختصر اور جامع انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

ہجرت حبشہ

مسلمانوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت 5 نبوی میں، دوسری مرتبہ 7 نبوی میں کی، لیکن ندوی صاحب نے دونوں ہجرتوں کے واقعات کو ملا کر بیان کیا ہے اور وہ ایک ہی ہجرت قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پہلے 5 نبوی میں دس افراد نے حضرت عثمان بن مظعون کو اپنا امیر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد 38 مسلمانوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنا امیر مقرر کیا اور ان کی امارت میں حبشہ ہجرت کر گئے۔ پھر قریش مکہ کے وفد کا نجاشی کے دربار میں آنا، حضرت جعفرؓ کی نجاشی کے دربار میں تقریر، پھر قریش کے وفد کا دربار سے نکالا جانا، یہ تمام واقعات نہایت سیدھے سادھے انداز میں مولانا نے بیان کئے ہیں۔ جبکہ داناپوری صاحب نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں قرار دی ہیں اور حبشہ کی طرف مسلمانوں کی دونوں ہجرتوں کا ذکر نہایت مختصر کیا ہے۔ مہاجرین کے نام درج کئے ہیں۔ دوسری ہجرت حبشہ اور اس کا سبب لکھا ہے۔ پھر کفار کے وفد کا حبشہ جانا، نجاشی کے دربار میں ذلیل و خوار ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے۔

عام الحزن

عام الحزن کا بیان ندوی صاحب نے نہایت مختصر کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دو عزیز ترین ہستیوں حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ الکبریٰ کی جدائی کا سال۔ تین سال مقاطعہ کی سختیاں اٹھانے کے بعد نبوت کے دسویں سال یہ دو صدمات آپ ﷺ کو پیش آئے۔ حکیم عبدالرؤف داناپوری صاحب نے بھی بہت سادگی سے مختصراً ان دو بڑے صدمات کا ذکر کیا ہے۔ اس کی کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

سفر طائف

مولانا ندوی کا انداز بیان نہایت سادہ ہوتا ہے۔ تبلیغ اسلام کے لئے سفر طائف اور وہاں حضور ﷺ پر کی گئی سختیوں کا بیان بھی اس طرح کیا ہے۔ زیادہ تر مولانا مقامات کی حیثیت وماحول کی مناسبت بیان کرتے ہیں۔ یہاں بھی طائف کی اہمیت بتائی ہے، وہاں کی آبادی، خوشحالی اور فارغ البالی کا ذکر کیا ہے۔ نیز بتوں کے حوالے سے بھی طائف کی اہمیت بیان کی ہے۔ پھر اہل طائف کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کا تکلیف دہ بیان ہے۔ جنات کے ایمان لانے کا ذکر نہیں ہے۔ جبکہ داناپوری صاحب نے سفر طائف کا تکلیف دہ واقعہ بھی مختصر بیان کیا ہے لیکن تمام ضروری معلومات کے ساتھ، وہاں جنات کے ایک وفد کا اسلام قبول کرنا اور پھر مطعم بن عدی کی پناہ میں حضور ﷺ کا واپس مکہ تشریف لانے کے بارے میں لکھا ہے۔

واقعہ معراج

ندوی صاحب نے معراج کا عظیم الشان واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور یہ نکتہ واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ پر ہونے والے کفار کے مظالم اور حزن وملال کا مداوا اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو معراج عطا کر کے کیا۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت سارے پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ صرف جنت ودوزخ کا مشاہدہ اور آسمانوں کی سیر ہی نہ تھی بلکہ خاتم النبیین ﷺ کا مقام ومرتبہ واضح کرنا بھی مقصود تھا۔ بہت خوبصورت اور سلیس انداز سے حضور ﷺ کے مقام ومرتبے کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

داناپوری صاحب نے واقعہ معراج کا ذکر بہت مختصر کیا ہے کیونکہ معجزات کے ساتھ دوسرے حصہ میں معراج کی تفصیل لکھنا چاہتے تھے۔ یہاں واقعہ معراج سے متعلق کفار کی تکذیب، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تصدیق اور "صدیق" کا لقب پانا، اس واقعہ کی صداقت کو جاننے کیلئے کفار کے طرح طرح کے سوالات۔ یہ سب داناپوری نے بیان کیا ہے لیکن سفر معراج میں جن مشاہدات کا ذکر ندوی صاحب نے کیا ہے ان کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

ہجرتِ مدینہ

ندوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا سبب آپ ﷺ کے خلاف قتل کی سازش کا احوال لکھا ہے اور آپ ﷺ کا گھر سے باہر تشریف لے جانا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کا گھر پہنچنے کا بڑا مختصر بیان ہے۔ پھر غار ثور تک جانا اور حضرت محمد ﷺ کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فکر مندی اور احتیاطیں بتائی ہیں پھر اس غیبی امداد کا تذکرہ کیا ہے جو مکڑی کے جالے اور کبوتر کے گھونسلے کی صورت میں تھی۔ پھر کفار کا غار کے منہ تک پہنچنا لیکن آپ صاحبان تک نظر کا نہ پہنچنا۔ یہ واقعات نہایت سادگی سے مختصراً بیان کئے ہیں۔ راہ ہجرت کے واقعات میں سراقہ بن جعشم اور ام معبد کے واقعات بھی مختصر بیان کئے ہیں۔

داناپوری صاحب نے مدینہ کی طرف ہجرت کے ذکر کا آغاز صحابہ کرام کی ہجرت سے کیا ہے اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اذن ہجرت ہوتا ہے اور آپ ﷺ اپنے گھر سے

روانہ ہو کر حضرت صدیقؓ کے پاس پہنچتے ہیں اور سفر ہجرت کا آغاز ہوتا ہے تو یہ واقعات حکیم صاحب نے مدینہ پہنچنے تک سفر میں پیش آنے والے حالات وواقعات کی جزئیات کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ داناپوری کے مطابق حضور ﷺ جب حضرت ابو بکرؓ کے گھر پہنچے تو دروازے سے داخل ہوئے اور کھڑکی سے دوسری طرف روانہ ہوئے۔ ہجرت کیلئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تیاریاں اور پھر غار ثور میں آپ ﷺ کے قیام کا احوال لکھا ہے۔ پھر راہ کے واقعات جن میں حضور ﷺ کی بد دعا سے سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا، ام معبد کے خیمے میں قیام کا واقعہ بہت مختصر لکھا ہے۔ یہاں پر دونوں سیرت نگاروں نے تفصیل کی بجائے اختصار سے کام لیا ہے۔

ہجرت مدینہ کے وقت مدینہ کے حالات

مولانا ابو الحسن ندوی نے "مکی اور مدنی معاشروں کا فرق" کے عنوان سے مدینہ کے حالات تحریر کئے ہیں اور مکی اور مدنی معاشروں کا فرق بیان کیا ہے تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہاں تشریف آوری اور اسلامی ریاست کا قیام کس طرح ممکن ہوا، یہاں کے مختلف معاشرتی و مذہبی گروہوں کے درمیان آپ ﷺ نے کس اعلیٰ ترین بصیرت سے مسلمانوں کو صحیح مقام دلایا اور مخالف گروہ خود بخود راہ سے ہٹتے چلے گئے۔ داناپوری صاحب نے مولانا ندوی کی طرح "مکی اور مدنی معاشروں کا فرق" بیان نہیں کیا ہے اور نہ ہجرت کے وقت مدینہ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

مواخاتِ مدینہ

مولانا ابو الحسن علی صاحب ندوی کی مواخات کے بارے میں بھی مختصر تحریر سامنے آتی ہے۔ انصار کے ایثار اور مہاجرین کی خود داری واستغناء کا مختصر اور جامع انداز سے ذکر کیا ہے۔ نیز مواخات کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ معاہدہ عالمی اسلامی اخوت کی بنیاد بنا۔ "اصح السیر" میں داناپوری صاحب اکثر موضوعات کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔ مواخات کا بھی مختصر ذکر کیا ہے اور ہجرت کے آٹھ ماہ بعد کا معاہدہ بتاتے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ صرف بین المہاجرین وانصار کے درمیان ہوا۔ دونوں سیرت نگاروں نے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

میثاق مدینہ

مولانا ابو الحسن علی ندوی نے میثاق مدینہ کا مختصر ذکر ہی کیا ہے، کوئی تفصیل اس کتاب میں نہیں ملتی۔ حکیم صاحب نے میثاق مدینہ کا ذکر علیحدہ عنوان کے تحت نہیں کیا ہے بلکہ "مواخات" کو "تنظیم" کے عنوان میں ہی شامل کر دیا ہے۔ میثاق مدینہ کے الفاظ بھی استعمال نہیں کیے بلکہ لکھا ہے کہ ایک بسیط تحریر لکھوائی گئی جس میں طے ہوا کہ مدینہ میں رہنے والوں کے باہمی تعلقات کیسے ہوں گے۔

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد و قتال کے سلسلہ میں مولانا ندوی نے صرف ایک آیت جو سورۃ الحج کی آیت 39 ہے، کا حوالہ دیا ہے جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ اس میں جہاد فرض نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا گیا ہے کہ جب کفار تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ بعد ازاں غزوہ بدر سے پہلے چھوٹے غزوات و سرایا میں سے صرف سریہ عبد اللہ بن جحش اور غزوہ ابواء کا ذکر کیا ہے۔ بڑے اور مشہور غزوات کا احوال تفصیل سے لکھا ہے جن میں غزوہ بدر، احد، خندق، خیبر، موتہ، حنین، طائف اور غزوہ تبوک شامل ہیں۔ ان کے درمیان واقع ہونے والے چھوٹے غزوات و سرایا کا ذکر بھی اپنے اپنے وقت پر کرتے گئے ہیں۔

حکیم عبد الرؤف صاحب داناپوری نے جہاد و قتال کے مختلف مراحل بیان کئے ہیں۔ مکہ میں یہ حکم تھا کہ دلائل وحجت سے

لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں۔ یہ جہاد بالقرآن تھا۔ کفار کی ایذاء رسانیوں پر صبر اور برداشت کی تاکید تھی۔ دوسرا مرحلہ ہجرت کے بعد کا بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کو اتنی اجازت ملی کہ جو تم سے لڑے تم بھی اس سے لڑو، یعنی مدافعت بالسیف کرو۔ تیسرے مرحلے میں مومنین پر فرض کر دیا گیا کہ اللہ کا دین پھیلانے کیلئے جہاد بالسیف پر مامور ہو جاؤ۔

ہجرت کے بعد کے جو واقعات بیان کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت مغازی و سرایا کو دی ہے۔ کیونکہ بقول حکیم صاحب کے مولانا شبلی اور ان جیسے دیگر سیرت نگاروں نے اس سب سے اہم موضوع کو اس کے شایان شان انداز سے بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے حضور اکرم ﷺ کی مجاہدانہ زندگی کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور غزوات پر بہت توجہ دی ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔[11]

سلسلہ غزوات و سرایا

ندوی صاحب نے سرایا میں سے سریہ عبد اللہ بن جحش کو مختصراً بیان کیا ہے اور غزوات میں سے غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق، غزوہ خیبر، غزوہ حنین، غزوہ موتہ، غزوہ طائف، غزوہ تبوک کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور باقی غزوات میں سے چند ایک کو مختصراً بیان کیا ہے۔ دانا پوری صاحب نے غزوات پر بھرپور توجہ دے کر تفصیل سے غزوات بیان کئے ہیں اور صحیح ترتیب سے چھوٹے بڑے غزوات کا تفصیلی احوال لکھا ہے۔ اس کتاب کی "خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مغازی کی ترتیب صحیح ترین ہے"۔[12]

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کا عظیم الشان واقعہ ابو الحسن علی صاحب ندوی نے خلاف معمول بہت تفصیل سے جزئیات کے ساتھ لکھا ہے۔ جو عنوان جتنی وضاحت کا متقاضی تھا اس کو ویسا ہی لکھا ہے۔ اس واقعہ کے تقریباً تمام عنوانات ندوی صاحب نے زیادہ تفصیل سے تحریر کئے ہیں۔ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کا قبول اسلام کے سلسلہ میں آنا، ندوی صاحب نے دونوں اصحاب کا مختصر تعارف بھی کروایا ہے۔ دانا پوری صاحب نے بھی صلح حدیبیہ کا واقعہ بہت تفصیل سے جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کچھ معجزات کا بیان بھی ہے جبکہ ندوی صاحب نے نہیں کیا ہے۔

سلاطین کو تبلیغی خطوط

"سلاطین و امراء کو دعوت اسلام" تاریخ اسلام کا یہ بھی بڑا اہم موضوع ہے، ندوی صاحب نے اس موضوع کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے قلمبند کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ان دعوتی خطوط سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دین اسلام تمام عالم کے لئے ہے۔ ندوی صاحب نے ان سلاطین کے بارے میں بھی لکھا ہے اور ان کی جو شان و شوکت، رعب و دبدبہ اور رعونت تھی اس کا حال تفصیل سے لکھا ہے۔ نیز یہ بات اجاگر کی ہے کہ ان بادشاہوں کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو دعوت حق دے کر ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ تمام عالم انسانیت کے لئے اللہ کے پیغمبر ہیں اور تبلیغ دین آپ ﷺ کا مشن ہے۔ پھر ان سلاطین کا جو ردعمل سامنے آیا اور اس ردعمل پر خود ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا وہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضور اکرم ﷺ کے خطوط کا عربی متن مع اردو ترجمہ کے نبی رحمت ﷺ میں موجود ہے۔ حکیم صاحب نے یہ موضوع بہت اچھے انداز سے شروع کیا ہے۔ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں کا تعارف کروایا ہے۔ جبکہ ندوی صاحب نے یہ نہیں کیا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خطوط صحیحین کے مطابق درج کئے ہیں، پھر ان خطوط کے حوالے سے سلاطین کا جو ردعمل تھا اس کی تفصیلات لکھی ہیں۔

فتح مکہ

ندوی صاحب نے دانا پوری صاحب کی طرح فتح مکہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ سب سے پہلے فتح مکہ کا پس منظر، پھر بنی بکر اور قریش کی عہد شکنی اور رسول اللہ ﷺ سے فریاد، ابو سفیان کا رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجنا اور ناکام ہونا اور باقی تفصیلات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک، جاہلیت کے آثار اور بت پرستی کے نشانات کا خاتمہ اور فتح مکہ کے اثرات بیان کئے ہیں۔ دانا پوری صاحب نے ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے غزوہ خیبر کے بعد فتح مکہ کا حال تفصیلاً بیان کیا ہے۔ مکہ کی طرف پیش قدمی کا سبب اور فتح تک تمام واقعات اس کتاب میں نہایت ترتیب کے ساتھ ملتے ہیں۔ پھر فتح کے بعد کے تمام واقعات بھی نہایت مفصل بیان کئے ہیں۔

حجۃ الوداع

ندوی صاحب نے حجۃ الوداع اور اس کے انتخاب کا وقت، حجۃ الوداع کی دعوتی، تبلیغی اور تربیتی اہمیت، حجۃ الوداع کا تاریخی ریکارڈ، اجمالی جائزہ، رسول اللہ ﷺ کے حج کا طریقہ اور خطبہ عرفہ کو بیان کیا ہے۔ جبکہ دانا پوری صاحب نے حجۃ الوداع کے بیان سے پہلے حج و عمرہ کی تفصیلات فقہی نقطہ نظر سے بیان کی ہیں، پھر حج کی فرضیت کے بارے میں لکھا ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ کے حج و عمرہ سے متعلق تفصیلی مضمون ہے اور حجۃ الوداع پر تمام جزئیات کے ساتھ معلومات فراہم کی ہیں۔ حضور ﷺ کی ادائیگی حج و عمرہ پر کثیر روایات کے ساتھ اپنا مضمون قلمبند کیا ہے۔

وصالِ نبی ﷺ

ندوی صاحب نے وصال نبوی کو مختصر بیان کیا ہے۔ انہوں نے وصال حق کی تیاری، علالت کا آغاز اور آخری لشکر، خطبۃ الوداع، آخری وصیت اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت و بیعت وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ دانا پوری صاحب نے وفات رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے کئی نکات پیش کئے ہیں یعنی حضور ﷺ کی وفات لازمی تھی، تمام انبیاء کرام نے وفات پائی۔ پھر ابتداء مرض کے دن سے ہر روز کا حال وفات تک بیان کیا ہے۔ درمیان میں ضروری مسائل بھی بیان کرتے گئے ہیں۔ یہاں دانا پوری صاحب نے ندوی صاحب کے مقابلہ میں وصال نبوی کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حاصلِ بحث

مولانا ابو الحسن علی ندوی اور مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف دانا پوری کا شمار ممتاز علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ دونوں خانوادوں کو اسلامی اور شرعی احکامات معقول انداز میں پیش کرنے کے سلسلے میں برصغیر پاک و ہند میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کا دائرہ صدیوں پر محیط ہے۔ دونوں کتب کے مصادر و مراجع مستند ہیں، دونوں مصنفین نے زیادہ تر عربی کے بنیادی مصادر سے استفادہ حاصل کیا ہے جبکہ مولانا ابو الحسن علی ندوی نے ابو البرکات دانا پوری کی بنسبت کافی زیادہ کتابوں سے استفادہ کیا ہے جس میں انگریزی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اسی طرح "اصح السیر" میں فقہیات پر مستند مواد موجود ہیں، جن فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص پہلو سے تعلق تھا انہیں اپنے متعلقہ مقام پر ہی حل کیا گیا ہے۔ دونوں کتب "نبی رحمت ﷺ" اور "اصح السیر" کی اسلوب نگارش سادہ فہم اور آسان الفاظ میں ہے، قاری کو کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہو گی۔ واقعات ترتیب کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ بھی بیان نہیں کئے ہیں نہ بہت مختصر کہ بات ادھوری رہ جاتی ہو۔ دونوں کتابیں شذوذ اور تفردات سے خالی ہیں۔ اس میں واقعات سیرت کو اسی نہج، اسی رُخ اور اسی انداز سے پیش کیا گیا ہے جیسا کہ محدثین اور ارباب سیر نے بیان کئے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 ندوی، مولانا رابع حسنی، **کاروان ادب اسلامی**، (لکھنؤ: رابطہ ادب اسلامی، 2001ء)، ص111۔

2 ندوی، مولانا ابوالحسن علی، **پرانے چراغ**، (لکھنؤ: مکتبہ الشباب العلمیہ، 2010ء)، 3/30۔

3 ندوی، سید سلیمان، **یادِ رفتگاں**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1945ء)، ص363۔

4 محمد انور خالد، ڈاکٹر، **اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ**، (لاہور: اقبال اکادمی، 1989ء)، ص629۔

5 ندوی، **یادِ رفتگاں**، ص365۔

6 صدیقی، ڈاکٹر محمد میاں، **اردو زبان میں چند اہم کتب سیرت**، (اسلام آباد: فکر و نظر، 1992ء)، ص309۔

7 ندوی، ابوالحسن علی، **نبی رحمت ﷺ**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1976ء)، ص20۔

8 داناپوری، حکیم عبدالرؤف، ابوالبرکات، **اصح السیر**، (کراچی: مجلس نشریاتِ اسلام، 1979ء)، ص2۔

9 سورہ آل عمران 103:3۔

10 سورۃ الحجر 94:15۔

11 ندوی، **نبی رحمت ﷺ**، ص19۔

12 محمد انور خالد، **اردو نثر میں سیرت 19 رسول ﷺ**، ص630۔